حافظ زبیر علی زئی

''جماعت المسلمین رجسٹرڈ'' کا ''امام'' اسماء الرجال کی روشنی میں

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے نمازِ نبوی کے مقدمہ میں نماز کے متعلق لکھی گئی بعض ایسی کتابوں کی نشاندہی فرمائی جن میں ضعیف وموضوع روایات موجود ہیں ان ہی میں سے ایک کتاب جناب مسعود احمد بی ایس سی کی ''صلوۃ المسلمین'' ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ مقلدین مسعود ان ضعیف وموضوع روایات سے رجوع کر لیتے لیکن اس کے برعکس انہوں نے اپنے رسالے مجلۃ المسلمین میں ''صلوۃ المسلمین کی مدلل احادیث پر اٹھائے جانے والے اعتراضات کا جواب'' نامی مضمون شائع کر کے محققین نماز نبوی کو بے جا تنقید کا نشانہ بنایا۔ یہ مضمون بذریعہ جناب محمد رضوان صاحب/ لاہور، ہم تک پہنچا اور وضاحت طلب کی۔ درج ذیل مضمون میں استاذِ محترم نے نہ صرف فرقہ مسعودیہ:۲ کے اعتراضات کے مدلل ومکمل جوابات دیئے ہیں بلکہ انتہائی اختصار کے ساتھ مسعود احمد صاحب کے تناقضات بھی بیان کر دیئے ہیں۔ واضح رہے کہ ماہنامہ 'الحدیث'' کی اصطلاح میں فرقہ مسعودیہ:۱ سے مسعود الدین عثمانی اور فرقہ مسعودیہ:۲ سے مسعود احمد بی ایس سی کا گروپ مراد ہے [حافظ ندیم ظہیر]

جناب محمد رضوان صاحب (لاہوری) کے نام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اما بعد:

۱: مسعود احمد بی ایس سی ایک تکفیری خارجی شخص تھا، جس کے مقلدین اُس کی اطاعت کو فرض اور ایمان کا مسئلہ سمجھتے ہیں۔ فرقہ مسعودیہ کے سرکاری مبلغ عبداللطیف تکفیری نے اُس شخص کو ''غیر مسلم'' قرار دیا جو مسعود صاحب کی بیعت نہیں کرتا تھا۔

۲: مسعود صاحب کے مقابلے میں کوئی بھی ایسا اہلِ حدیث عالم نہیں ہے جس کی اطاعت فرض اور ایمان کا مسئلہ ہو۔

۳: راقم الحروف نے مسعود صاحب کی کتاب ''صلوۃ المسلمین'' کے بارے میں ثابت کیا کہ اس میں موضوع روایات کو ''سندہ صحیح'' قرار دیا گیا ہے دیکھئے مقدمۃ التحقیق/ نماز نبوی (ص ۲۱)

تنبیہ: مقدمۃ التحقیق (ص ۱۸) پر ''امام احمد کی کتاب الصلوۃ'' والا حوالہ میرا لکھا ہوا نہیں ہے، بلکہ دارالسلام کے کسی شخص کا اضافہ ہے جس پر مدیر مکتبہ دارالسلام لاہور نے تحریراً راقم الحروف سے معذرت کی ہے اور یہ معذرت نامہ میرے پاس محفوظ ہے۔

۴: عمرو بن عبید (کذاب) کے بارے میں ''سید سلیمان مسعودی'' صاحب نے لکھا ہے کہ ''اس لیے کہ عمر بن عبید بھی رجال بخاری میں سے ہے'' (مجلۃ المسلمین، اپریل ۲۰۰۳ء ص ۳۰)

عرض ہے کہ ہمیں عمرو بن عبید کی ایک روایت بھی صحیح بخاری میں نہیں ملی۔ **کتاب الفتن، باب إذا التقی المسلمان بسیفیھا** (ح ۷۰۸۳) میں ایک ''رجل'' کا ذکر آیا ہے ''**عن رجل لم یسمه**''

یہ ''رجل'' کون ہے کسی صحیح سند میں اس کا ذکر نہیں۔

حافظ المزی نے بغیر کسی جزم کے ''فقیل'' کے صیغہ تمریض سے لکھا ہے کہ یہ ''عمرو بن عبید'' ہے جبکہ مغلطائی کا خیال ہے کہ یہ ہشام بن حسان ہے۔ اسماعیلی نے (المستخرج) الصحیح میں لکھا ہے کہ: ''حدثنا الحسن: حدثنا محمد بن عبید: حدثنا حماد بن زید: حدثنا هشام عن الحسن فذكره'' (دیکھئے عمدۃ القاری للعینی ج۲۴ص۱۹۲) لہذا یہی قول راجح ہے اور حافظ ابن حجر کا ''فیه بعد'' کہنا صحیح نہیں جس کی مفصل تردید عینی نے کردی ہے۔ سنن النسائی کی روایت (۱۲۵/۷ ح ۴۱۲۵) بھی اسی کی مؤید ہے والحمدللہ۔

لہذا عمرو بن عبید کو رجال بخاری میں سے قرار دینا غلط ہے، اسی لئے حافظ ابن حجر (تقریب: ۵۰۷۱) وغیرہ نے اسے رجال بخاری میں ذکر نہیں کیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ، عمرو بن عبید کو کتاب الضعفاء میں ذکر کر کے فرماتے ہیں: ''تركه يحيى القطان'' (ص ۸۸ ت ۲۶۹) اور مطر الوراق سے نقل کرتے ہیں کہ: ''فاعلم أنه كاذب'' (پس جان لو کہ وہ (عمرو بن عبید) جھوٹا ہے۔ (ص ۸۹ وسندہ صحیح)

[تنبیہ: یہ عمرو بن عبید وہی کذاب ہے جس سے مروی ہے کہ حسن بصری نے فرمایا: مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعتیں ہیں اور سلام صرف آخری رکعت میں ہی پھیرا جاتا ہے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۲۹۴/۲ ح ۶۸۳۳) وسندہ موضوع، اس روایت کے بارے میں مسعودیوں کا کیا خیال ہے؟]

۵: ''سید سلیمان'' صاحب نے عمرو بن عبید کی تائید میں جو روایات پیش کی ہیں ان کا جائزہ درج ذیل ہے۔

الف: عن معمر عن علي بن زيد عن أبي رافع (مصنف عبدالرزاق ۱۱۰/۳ ح ۴۹۶۸)

تبصرہ: علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے (دیکھئے سنن النسائی ۲۹/۷ ح ۳۸۸۱) اسے جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [مسعود احمد صاحب نے کہا: علی بن زید ضعیف ہے/ تاریخ مطول ص ۴۹، ۵۷ مسعود احمد نے مزید کہا: علی بن زید منکر الحدیث ہے/ تاریخ مطول ص ۲۲۰]

دوسرے یہ کہ اس روایت میں صرف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا عمل مذکور ہے، تمام صحابہ کا عمل نہیں ہے۔ جبکہ مسعود صاحب اس سابق روایت کی مدد سے دعوی کرتے ہیں کہ ''تمام صحابہ کرام اس دعا کو پڑھتے تھے'' (صلوۃ المسلمین ص ۳۰۵ طبع پنجم)

ب: ابن جريج أخبرني عطاء أنه سمع عبيد بن عمير يأثر عن عمر إلخ (مصنف عبدالرزاق: ۴۹۶۹)

اس روایت کے الفاظ میں تقدیم و تاخیر ہے اور عمل بھی صرف (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ کا ہے تمام صحابہ کا عمل مذکور نہیں۔

ج: الثوري عن جعفر بن برقان عن ميمون بن مهران عن أبي بن كعب إلخ

میمون بن مہران ۴۰ھ میں پیدا ہوئے (تہذیب الکمال ۵۵۵/۱۸) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ۳۲ھ یا اس سے پہلے فوت ہوئے (تہذیب الکمال ۲۷۱/۱، ۲۷۲)

میمون کی سیدنا ابی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے، لہذا یہ روایت منقطع ہے۔

سفیان ثوری کے بارے میں اسماء الرجال کے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''وکان یدلس'' اور آپ تدلیس کرتے تھے۔ (الجرح والتعدیل ۲۲۵/۴ وسندہ صحیح)

یہ روایت معنعن ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کا متن انتہائی مختصر ہے تیسرے یہ کہ یہ صرف سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے ''تمام صحابہ'' سے نہیں۔ معلوم ہوا کہ ان شواہد کا عمرو بن عبید کی روایت سے تعلق نہیں ہے۔

٦: چونکہ مسعود احمد ایک تکفیری، خارجی، بدعتی اور گمراہ شخص تھا جس نے ایک فرقے کی بنیاد رکھی، محدثین کے اجماعی مسئلہ تدلیس کا انکار کیا اور اس کے مقلدین اسے مفترض الطاعۃ سمجھتے تھے لہٰذا راقم الحروف نے علمِ حدیث میں اس کی جہالت واضح کرنے کے لئے اس کی تاریخ الاسلام کا حوالہ دیا کہ جس میں اس نے صحیح مسلم کے راوی اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدی کو ''کذاب'' لکھا ہے۔

سید سلیمان صاحب اس راوی کا کذاب ہونا تو ثابت نہ کر سکے بلکہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے ایک راوی اسماعیل بن ابی اویس کے بارے میں لکھ دیا کہ: ''کذاب اور وضاع یعنی جھوٹا اور حدیثیں گھڑنے والا ہے'' (مجلّہ المسلمین ص ۲٦ مارچ ۲۰۰۳ء)

حالانکہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

''صدوق ،أخطأفي أحاديث من حفظه'' یہ سچا تھا۔ اس نے حافظے سے (بعض) حدیثیں بیان کیں جس میں اسے خطا لگ گئی (تقریب: ٤٦۰)

[صحیح بخاری کے راوی] کو جھوٹا قرار دینا ''سید سلیمان'' جیسے لوگوں کا ہی کام ہے۔

تنبیہ: اسماعیل بن ابی اویس نے اپنی سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''يا أيها الناس إني قد تركت فيكم ما إن اعتصمتم به فلن تضلوا أبداً، كتاب الله وسنة نبيه'' (المستدرک ۹۳/۱ ح ۳۱۸)

اس حدیث کے بارے میں مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:

''وسندہ صحیح'' (حدیث بھی کتاب اللہ ہے [ص ۲۰] نیز دیکھئے برہان المسلمین [ص ۲۰٤])

معلوم ہوا کہ مسعودیوں کے نزدیک اپنے تسلیم شدہ کذاب راوی کی روایت ''سندہ صحیح'' ہوتی ہے۔

سید سلیمان صاحب مسعود صاحب کا تو دفاع نہ کر سکے مگر خود دلدل میں پھنس گئے۔

تنبیہ: مسعود صاحب کے یہ دو نمونے بوجہ اختصار و بطور تنبیہ ذکر کئے گئے ہیں ورنہ یہ داستان بڑی طویل ہے۔

☆ یزید بن ابان الرقاشی عن انس بن مالک کی سند سے ایک روایت کے بارے میں مسعود صاحب لکھتے ہیں:

''یزید بن ابان بے شک ضعیف ہے لیکن حضرت انسؓ سے اس کی روایتیں ٹھیک ہیں.... یعنی متروک نہیں ہے'' (جماعت المسلمین پر اعتراضات اور ان کے جوابات ص ۸۰)

اسی یزید کے بارے میں مسعود صاحب لکھتے ہیں کہ:
''یزید الرقاشی اور صالح المری دونوں جھوٹے ہیں'' (تاریخ الاسلام والمسلمین مطول ص ۱۲۷ حاشیہ نمبر ۱)
یاد رہے کہ یزید بن ابان والی یہ روایت انس بن مالک سے ہے دیکھئے تفسیر ابن کثیر ۳/۶۰۷، ۶۰۸ ح ۳۸۸۷ ب وقال:
''يزيد الرقاشي وصالح المري ضعيفان جداً''
☆لیث (بن ابی سلیم) کے بارے میں مسعودی ارشاد ہے۔
''سند میں لیث ہے جو ضعیف ہے'' (تاریخ مطول ص ۴۴ حاشیہ)
جبکہ اسی لیث کی رفع الیدین فی القنوت والی روایت کے بارے میں مسعود صاحب لکھتے ہیں: ''سندہ صحیح'' (صلوۃ المسلمین ص ۲۷۵ بعد حاشیہ: ۳)
تنبیہ: بعض اہل حدیث علماء سے بھی غلطیاں ہوئی ہیں مگر کسی نے اپنی اطاعت کو فرض اور ایمان کا مسئلہ قرار نہیں دیا۔ بلکہ ہر ذی شعور مسلمان کا حق ہے کہ وہ جملہ افراد امت کے فتاوی، ان کے خیالات کو کتاب وسنت پر پیش کرے اگر موافق ہوں تو سر آنکھوں پر تسلیم کرے ورنہ ترک کر دے (دیکھئے فتاوی علمائے حدیث ج ۱ ص ۶)

نماز نبوی پر اعتراضات کے جوابات

۱۔ ابن ماجہ (ح ۱۷۷) والی روایت انقطاع اور ضعف لیث بن ابی سلیم کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن اس کے دوسرے شواھد ہیں مثلاً دیکھئے عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی (۸۷) لہذا اسے حسن لغیرہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ نماز نبوی میں بھی حسن کے بعد (لغیرہ) کا لفظ اسی طرف اشارہ ہے۔
شیخ البانی رحمہ اللہ نے ابن ماجہ والی روایت کو (شواھد کی وجہ سے) صحیح کہا ہے (سنن ابن ماجہ ص ۴۶ طبع مکتبۃ المعارف)
تنبیہ (۱): راقم الحروف نے اس روایت کو سنن ترمذی (۳۱۴) وسنن ابن ماجہ کی تحقیق میں ''**إسناده ضعيف**'' ہی لکھا ہے نیز دیکھئے میری کتاب ''**أنوار الصحيفة فى الأحاديث الضعيفة**'' (ص ۲۸۳)
تنبیہ (۲): قولِ راجح میں حسن لغیرہ روایت ضعیف ہی ہوتی ہے۔ واللہ اعلم
۲۔ امام ترمذی (۵۱۴ [نماز نبوی میں غلطی سے [۵۱۳] چھپ گیا ہے {ص ۲۵۲} اصلاح کر لیں]) نے ایک روایت بیان کی ہے جس میں دوران خطبہ گوٹ مار کر (دونوں گھٹنوں کا سہارا لے کر) بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے۔ اسے ابن خزیمہ (۱۸۱۵) حاکم (۱/۲۸۹) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ بغوی اور ترمذی نے حسن کہا ہے۔
اس روایت کے دو راویوں سھل بن معاذ اور ابو مرحوم عبدالرحیم بن میمون پر ''سید سلیمان'' صاحب نے جرح کی ہے۔
سھل بن معاذ کے بارے میں تقریب میں ہے: ''**لا بأس به إلا فى روايات زبان عنه**'' (۲۶۶۷)
عبدالرحیم بن میمون کے بارے میں ہے: ''**صدوق زاهد**'' (۴۰۵۹)

تنبیہ: ابومرحوم عن سھل بن معاذ کی سند سے ایک روایت میں آیا ہے کہ: "الحمد لله الذي اطعمني هذا ورزقنيه من غير حول مني ولاقوة" (الترمذی: ۳۴۵۸ وقال "حسن غریب وابومرحوم اسمہ عبدالرحیم بن میمون")

یہ دعا مسعود احمد صاحب نے اپنی دو کتابوں میں بطور حجت واستدلال لکھی ہے (منہاج المسلمین ص ۴۲۵ اشاعت نمبر۱، دعوات المسلمین ص ۷۵)

مسعود صاحب کی "جماعت المسلمین" والے فیصلہ کریں کہ ان دو راویوں کی روایت سے استدلال کرنے میں مسعود صاحب حق بجانب ہیں یا "سید سلمان" صاحب کی "تحقیق" ہی راجح ہے؟

۳۔ عید اور جمعہ اگر اکٹھے ہو جائیں تو عید پڑھنے کے بعد جمعہ کی نماز میں اختیار ہے۔ جو چاہے پڑھے اور جو چاہے نہ پڑھے۔ جس کا ثبوت، ابوداؤد (۱۰۷۰) ابن ماجہ (۱۳۱۰) وغیرہما کی روایت سے ملتا ہے اور نماز نبوی کے حاشیے میں ذکر کر دیا گیا ہے (ص ۲۵۹:۴) اب جمعہ نہ پڑھنے والا ظہر پڑھے گا یا اُس سے ظہر ساقط ہو جائے گی اس بارے میں اختلاف ہے۔

جمہور علماء کا یہ موقف ہے کہ نماز ظہر پڑھی جائے گی دیکھئے الجوہر النقی (ج ۳ ص ۳۱۸)

محمد بن اسماعیل الصنعانی نے اس بارے میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے (عون المعبود ۱/۴۱۷)

حافظ عبداللہ روپڑی کی بھی یہی تحقیق ہے (فتاوی اہل حدیث ج ۲ ص ۷۰، ۷۱) ان کی تائید اس صحیح حدیث سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فأخبرهم أن الله قد فرض عليهم خمس صلوات في يومهم وليلتهم" پس انہیں بتادو کہ بے شک اللہ نے دن رات میں (ان پر) پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ (البخاری: ۷۳۷۲)

ان پانچ نمازوں میں ظہر کی نماز (وَحِينَ تُظْهِرُونَ / الروم: ۱۸) بھی ہے جس کی فرضیت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔

عیدین کے دن جمعہ کی رخصت والی حدیث سے یہ بالکل ثابت نہیں ہوتا کہ نمازِ ظہر کی بھی رخصت ہے۔ کسی روایت میں یہ صراحت نہیں کہ (سیدنا) عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ظہر کی نماز اُس دن نہیں پڑھی تھی جس دن عیدین اور جمعہ اکٹھے تھے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے مؤلف نماز نبوی نے مسئلے میں "یا ظہر" لکھ دیا ہے۔ اور یہ صراحت بالکل نہیں ہے کہ اصل حدیث میں "یا ظہر" کے الفاظ ہیں۔ لہذا یہ کہنا "احادیث میں زیادتی" کی گئی ہے غلط ہے۔

تنبیہ: نماز نبوی کے دوسرے ایڈیشن (توزیع مکتبہ بیت السلام) میں یہ عبارت نہیں ملی۔

حدیث: جس کا اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان ہے اس پر جمعہ فرض ہے الخ بلا شبہ بلحاظ سند ضعیف ہے۔

۱۔ ابن لھیعہ حافظے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ابن لھیعہ کی ایک روایت کے بارے میں (فرقہ مسعودیہ کے امام دوم) محمد اشتیاق صاحب فرماتے ہیں کہ: "مندرجہ بالا حدیث صحیح ہے" (تحقیق مزید میں تحقیق کا فقدان ص ۲۷) اور لکھتے ہیں کہ "جناب مسعود احمد صاحب ابن لھیعہ کو اس وقت ضعیف تسلیم کرتے ہیں جب اس راوی کا روایت کردہ متن صحیح حدیث کے متن کے خلاف ہو" (ایضاً ص ۲۸)

۲۔ معاذ بن محمد مجہول الحال راوی ہے اس کی توثیق سوائے ابن حبان کے کسی نے نہیں کی ہے۔ دیکھئے میزان الاعتدال (۱۳۲/۴)

یہ سند بلا شبہ ضعیف ہے لیکن اس کے بہت سے شواھد ہیں دیکھئے ارواء الغلیل (ج ۳ ص ۵۷، ۵۸)

لہذا یہ روایت شواھد کے ساتھ حسن لغیرہ (یعنی ضعیف ہی) ہے۔ اس مسئلے پر اجماع ہے کہ مسافر پر جمعہ فرض نہیں ہے۔

تنبیہ: نماز نبوی میں ابوداؤد کے حوالے کے ساتھ ارواء الغلیل (۵۶/۳ ح ۵۹۲ واللفظ مرکب) لکھنا چاہیے۔

وما علینا إلا البلاغ (۲۶۔ اپریل ۲۰۰۴ء)

بحرِ تناقضات میں سے مسعود صاحب کے دس تناقضات

فرقہ مسعودیہ کے امام اول: مسعود احمد بی ایس سی (B.Sc) فرماتے ہیں کہ:

''اول تو البانی صاحب کا مشکل ہی سے اعتبار کیا جاسکتا ہے وہ تناقضات کا شکار ہیں اس سلسلہ میں ایک کتاب دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے'' (جماعت المسلمین پر اعتراضات اور ان کے جوابات ص ۱۷)

اس مسعودی قاعدہ اور اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مسعود احمد کے بے شمار تناقضات میں سے دس (۱۰) تناقضات بطورِ نمونہ پیشِ خدمت ہیں۔

تناقض نمبر ۱: مسعود صاحب لکھتے ہیں کہ:

''(طبری ۴۵۸/۱۔ یہ شہر بن حوشب کا قول ہے۔ سند میں ایک راوی ابو ہلال محمد بن سلیم ضعیف ہے)''

(تاریخ الاسلام والمسلمین، مطول ج ۱ ص ۲۰۹ حاشیہ: ۳، مطبوعہ ۱۴۱۶ھ ۱۹۹۵ء)

☆ دوسری جگہ مسعود صاحب فرماتے ہیں کہ:

''حضرت حمید بن ہلالؒ کہتے ہیں: کان اصحاب النبي صلی الله علیه وسلم اذا صلّوا کان ایدیهم حیال آذانهم کانها المراوح، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جب صلوٰۃ ادا کرتے تو اُن کے ہاتھ کانوں کے برابر ایسا معلوم ہوتے تھے گویا کہ وہ پنکھے ہیں۔ {جزء رفع الیدین للامام البخاری ۱۳ وسندہ حسن}''

(صلوٰۃ المسلمین ص ۴۵۵، ۴۵۶ مطبوعہ ۱۴۰۹ھ ۱۹۸۹ء)

جزء رفع الیدین میں اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

''حدثنا موسی بن إسماعیل: ثنا أبو هلال عن حمید بن هلال'' إلخ (ح: ۳۰، ص ۵۵ بتحقیقی)

ابو ہلال محمد بن سلیم الراسبی البصری: حمید بن ہلال کا شاگرد اور موسیٰ بن اسماعیل کا استاد ہے۔

(تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۳۱۸، ۳۱۹)

معلوم ہوا کہ مسعود کے نزدیک باعتراف خود ضعیف راوی کی روایت، عدمِ متابعت و عدمِ شواہد کی صورت میں ''سندہ حسن'' یعنی قابلِ حجت ہوتی ہے۔!

تنبیہ: میرے نزدیک ابو ہلال محمد بن سلیم ضعیف ہے، دیکھئے تحفۃ الاقویاء فی تحقیق کتاب الضعفاء (ص ۹۸) تاہم صحیح بخاری وسنن اربعہ میں ابو ہلال کی جتنی مرفوع متصل روایات ہیں وہ شواہد ومتابعات کی وجہ سے صحیح وحسن ہیں۔ جزء رفع الیدین بتحقیقی (ح ۳۰) میں غلطی کی وجہ سے یہ چھپ گیا ہے کہ ابو ہلال: حسن الحدیث ہے (ص ۵۵) اس کی اصلاح کر لیں، تاہم جزء رفع الیدین والی روایت سابقہ شاہد کی وجہ سے حسن ہے۔ والحمدللہ

تناقض نمبر ۲: حجر اسود کے بارے میں ایک روایت ذکر کر کے مسعود صاحب لکھتے ہیں:

''مسند امام احمد عن ابن عباسؓ۔ ۲۸۴/۴۔ سندہ صحیح'' (تاریخ مطول ص ۸۸ حاشیہ: ۲)

اس روایت کی سند درج ذیل ہے: ''**حدثنا یونس: حدثنا حماد عن عطاء بن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس**'' (مسند الامام احمد ۱/ ۳۰۷ ح ۲۷۹۶ ونسخہ احمد شاکر ۲۸۴/۴ ح ۲۷۹۶)

حماد سے مراد حماد بن سلمہ ہے دیکھئے مسند احمد (۱/ ۳۰۶ ح ۲۷۹۴) وکتب اسماء الرجال

مسعود صاحب فرماتے ہیں:

''طبری ۲۳۸/ ۱۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ حماد راوی نے اپنے استاد عطاء سے اس کا حافظہ خراب ہونے سے پہلے سنا تھا (تہذیب التہذیب)'' (تاریخ مطول ص ۱۱۸ حاشیہ: ۲)

☆ دوسری طرف مسعود صاحب ''ارشاد فرماتے'' ہیں کہ:

''(تفسیر ابن کثیر ۱۵/۴ ومسند احمد۔ بلوغ ۱۶۸/ ۱۲۔ اس کی سند میں ایک راوی ہے عطاء بن السائب جس کا حافظہ آخر عمر میں خراب ہو گیا تھا لہذا یہ روایت ضعیف ہے)'' (تاریخ مطول ص ۸۹ حاشیہ: ۱)

اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

"**حدثنا یونس: أخبرنا حماد عن عطاء بن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس**"

(مسند احمد ۱/ ۳۰۶ ح ۲۷۹۵ وبلوغ الامانی ۱۶۸/۱۲ وتفسیر ابن کثیر مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور ۱۵/۴ وبتحقیق عبدالرزاق المھدی ج ۵ ص ۳۵۲)

یعنی ایک ہی سند (حماد بن سلمہ عن عطاء بن السائب) ایک جگہ ''سندہ صحیح'' ہے اور دوسری جگہ ''ضعیف ہے'' سبحان اللہ! کیا مسعودی انصاف ہے!!

تناقض نمبر ۳: مسعود صاحب لکھتے ہیں کہ:

''مسند احمد۔ سندہ جید قوی۔ بلوغ جزء ۲۰ ص ۱۱۹ والبدایہ جزء ۲ ص ۱۷'' (تاریخ مطول ص ۱۹۷ حاشیہ: ۱)

اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

"**حدثنا قتیبة: حدثنا یعقوب بن عبدالرحمن بن محمد یعني القاري عن عمر بن أبی عمرو و عن المطلب عن أبی ھریرة أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال..**"

(مسند احمد ۴۱۹/۲ ح ۹۴۲۲ وبلوغ الامانی ۱۱۹/۲۰ والبدایۃ والنھایۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۱۶/۲ [وسندہ

مصحف])

☆ دوسری طرف، اسی صفحہ پر ایک دوسری روایت کے بارے میں مسعود صاحب لکھتے ہیں کہ:

''(تفسیر ابن کثیر میں سند ہے لیکن مطلب کا حضرت ابوھریرۃ سے سننا ثابت نہیں ۳۵۸/۳ لہذا سند منقطع ہے)''
(تاریخ مطول ص ۱۹۷ حاشیہ:۱) !!

''مطلب عن ابی ھریرۃ'' والی پہلی روایت تو مسعود صاحب کے نزدیک ''جید قوی'' یعنی قابلِ حجت ہے، جبکہ ''مطلب عن ابی ھریرۃ'' والی دوسری روایت ''منقطع ہے'' سبحان اللہ!

تناقض نمبر ٤: علی بن محمد المدائنی کے بارے میں مسعود صاحب لکھتے ہیں کہ:

''علی بن محمد ثقہ تھے (میزان)'' (تاریخ مطول ص ۹)

☆ دوسری جگہ مسعود صاحب بذاتِ خود لکھتے ہیں کہ:

''اس واقعہ کا راوی علی بن محمد المدائنی اخباری ہے ۔حدیث کی روایت میں قوی نہیں (میزان الاعتدال جزء ۳ ص ۱۵۳)'' (واقعۂ حرہ اور افسانۂ حرہ ص ۴ حاشیہ، آخری دوسطریں)

تناقض نمبر ٥: ''صالح المری عن یزید الرقاشی عن انس بن مالک'' والی ایک سند کے بارے میں مسعود صاحب لکھتے ہیں کہ: ''تفسیر ابن کثیر ۴۹۳/۲ ۔ یزید الرقاشی اور صالح المری دونوں جھوٹے ہیں'' الخ (تاریخ مطول ص ۱۲۷ حاشیہ:۱)

''راوی یزید الرقاشی متروک ہے لہذا یہ روایت بھی جھوٹی ہے'' (تاریخ مطول ص ۱۹۳ حاشیہ:۱)

☆ دوسری طرف مسعود صاحب شرح السنۃ للبغوی سے بحوالہ فتح الباری (۳۸۹/۱۲) ایک روایت بطورِ حجت پیش کرتے ہیں: ''کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یکثر القناع'' [یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے اپنا سر ڈھانپے رکھتے تھے] (منہاج المسلمین مطبوعہ ۱۴۱۶ھ ۱۹۹۵ء ص ۴۷۹ حاشیہ:۱)

اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

'' الربیع بن صبیح عن یزید بن أبان عن أنس بن مالک ''
(شرح السنۃ للبغوی ۸۲/۱۲ ح ۳۱۶۴ وشمائل الترمذی بتحقیقی: ۱۲۵، ۳۳)

اسی روایت کا دفاع کرتے ہوئے مسعود صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

''یزید بن ابان بے شک ضعیف ہے لیکن حضرت انسؓ سے اس کی روایتیں ٹھیک ہیں اور یہ روایت حضرت انسؓ سے ہی ہے...یعنی متروک نہیں ہے (تہذیب)..... الغرض یہ حدیث حسن سے کم نہیں''
(جماعت المسلمین پر اعتراضات اور ان کے جوابات ص ۸۰)

تناقض نمبر ٦: مسعود صاحب لکھتے ہیں کہ:

''(۱) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: اے سعدؓ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قریش اس

امر کے والی ہیں۔ حضرت سعدؓ نے کہا آپ سچ فرماتے ہیں۔ ہم وزراء ہیں اور آپ امراء (البدایہ والنہایہ عربی جلد نمبر ۵ ص ۲۴۷ بحوالہ مسند احمد)

(۲) حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں: عمرؓ نے انصار کو یاد دلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو امام بنایا تھا (یہ سنتے ہی تمام) انصار نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی (البدایہ والنہایہ عربی جلد ۵ ص ۲۴۷ بحوالہ مسند امام احمد)

ان دونوں روایتوں کی سندیں صحیح ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سعدؓ نے بیعت کر لی تھی''

(الجماعۃ ص ۲۳، ۲۴ مطبوعہ ۱۴۱۳ھ ۱۹۹۳ء)

پہلی روایت کی سند درج ذیل ہے۔

''حدثنا عفان قال: حدثنا أبو عوانة عن داود بن عبدالله الأودي عن حميد بن عبدالرحمن قال ...'' إلخ (مسند احمد ۱/۵ ح ۱۸ ونسخہ احمد شاکر ۱/۱۶۴ والبدایہ والنہایہ ۵/۲۱۷)

☆ اسی روایت کے بارے میں دوسری جگہ مسعود صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ہم وزراء ہوں گے اور آپ امراء (مسند احمد جلد اول ص ۱۶۴) اس کی سند منقطع ہے''

(واقعہ سقیفہ اور افسانہ سقیفہ ص ۹ حاشیہ)

دوسری روایت کی سند درج ذیل ہے۔

''محمد بن إسحاق عن عبدالله بن أبي بكر عن الزهري عن عبيدالله بن عبدالله عن ابن عباس عن عمر'' (البدایہ والنہایہ ۵/۲۱۷ قصۃ سقیفۃ بنی ساعدۃ)

تناقض نمبر ۷: سابقہ تناقض (نمبر ۶) کی دوسری روایت کے بارے میں مسعود صاحب لکھتے ہیں کہ: ''اس روایت میں عبداللہ بن ابی بکر ضعیف ہے'' (واقعہ سقیفہ اور افسانہ سقیفہ ص ۹ حاشیہ)

تناقض نمبر ۸ : مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں کہ:

''عن زيدؓ عن النبی ﷺ اخذ غرفة من الماء فنضح بها فرجه (رواه احمد، بلوغ ۲/۵۳ وسنده صحيح۔'' (منہاج المسلمین مطبوعہ ۱۹۹۵ء ص ۱۱۴ حاشیہ: ۳)

اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

''حدثنا حسن: حدثنا ابن لهيعة عن عقيل بن خالد عن ابن شهاب عن عروة عن أسامة بن زيد عن أبيه زيد بن حارثة'' (مسند احمد ۴/۱۶۱ ح ۱۷۵۶۹ وبلوغ الأمانی ۲/۳۰۸)

یعنی اس سند میں ابن لھیعہ راوی ہے اور مسعود صاحب نے اسے ''سندہ صحیح'' لکھا ہے۔

☆ دوسری طرف مسعود صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اس روایت میں ابن لہیعہ ضعیف ہیں'' (تاریخ مطول ص ۱۴۶ حاشیہ: ۲)

''لیکن اس کی سند میں ابن صخر ہے جس کا حال نہیں ملتا۔ دوسرا راوی ابن لہیعہ ضعیف ہے۔ الغرض یہ روایت بھی باطل

ہے‘‘(تاریخ مطول ص۱۹۴حاشیہ)

تناقض نمبر ۹ : مسعود صاحب فرماتے ہیں کہ:

’’اس حدیث کی سند میں حجاج بن ارطاۃ ہیں۔ وہ ضعیف بھی ہے اور مدلس بھی۔ انہوں نے اس حدیث کو عن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ لہذا یہ سند منقطع ہے‘‘

(سجدوں میں رفع یدین ثابت نہیں اشاعت دوم ص۱۰)

☆ دوسری جگہ مسعود صاحب بذاتِ خود لکھتے ہیں کہ:

’’حجاج بن ارطاۃ صدوق تھے کذاب نہیں تھے۔ مزید براں مسند احمد میں ان کی تحدیث موجود ہے۔ لہذا اعتراض لایعنی ہے ....الغرض یہ حدیث حسن صحیح ہے۔‘‘(جماعت المسلمین پر اعتراضات اور ان کے جوابات ص۶۲،۶۳)

تناقض نمبر ۱۰ : مسعود صاحب لکھتے ہیں کہ:

’’اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابن جریج ہیں جو مدلس ہیں۔ ان کی تدلیس قبیح ہوتی ہے۔ امام زہری سے روایت کرنے والے میں یہ کچھ نہیں‘‘

(سجدوں میں رفع یدین ثابت نہیں ص۱۳)

☆ دوسری جگہ مسعود صاحب ’’ارشاد فرماتے‘‘ ہیں:

’’مدلس کذاب ہوتا ہے امام ابن جریج کذاب کیسے ہو سکتے ہیں.....لہذا حدیث بالکل صحیح ہے اس میں کوئی غلطی نہیں‘‘

(جماعت المسلمین پر اعتراضات اور ان کے جوابات ص۶۵)

ان دس مثالوں سے معلوم ہُوا کہ مسعود صاحب بذاتِ خود بے شمار تناقضات وتعارضات کا شکار ہیں لہذا وہ بقولِ خود بے اعتبار ہیں۔

تنبیہ: اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن ابی کریمہ السدی الکبیر صحیح مسلم وسنن اربعہ کا راوی ہے۔ اور جمہور محدثین نے اس کی توثیق کر رکھی ہے۔ اسماعیل السدی کی صحیح مسلم میں چھ روایات ہیں۔

۱،۲: صلوۃ المسافرین باب جواز الانصراف من الصلوۃ عن الیمین والشمال ح ۷۰۸ دار السلام : ۱۶۴۰، ۱۶۴۱

۳: الطلاق ،باب المطلقة البائن لا نفقة لها ح ۱۴۸۰/۵۱ ودار السلام : ۳۷۱۶

۴: الحدود، باب تأخیر الحد عن النفساء ح ۱۷۰۵ و دار السلام : ۴۴۵۰

۵: الأشربة باب تحریم تخلیل الخمر ح ۱۹۸۳ ودار السلام : ۵۱۴۰

۶: فضائل الصحابة ، باب فضل الصحابة ثم الذین یلونهم ح ۲۵۳۶ دار السلام : ۶۴۷۸

صحیح مسلم کے اس بنیادی اور اصول کے راوی کو بار بار کذاب کہنا مسعود احمد بی ایس سی جیسے لوگوں کا ہی کام ہے۔

وما علینا إلا البلاغ